مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

یادیں باقی رہ گئیں

امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاءاللہ شاہ بخاری اس دنیا سے رخصت ہو کر رحمت الٰہی کے آغوش میں پہنچ چکے ہیں لیکن وہ اپنی زندگی کے جو روشن نقوش اپنی صلاحیت و کمال اور اپنے مجاہدانہ ایثار و کردار کی جو یادیں باقی چھوڑ گئے ہیں، وہ نہ صرف تاریخ کے صفحات پر محفوظ رہیں گی بلکہ لاکھوں کروڑوں انسانوں کے دلوں اور دماغوں پر نقش ہو چکی ہیں۔ اور نسلاً بعد نسلاً انسانی نسلوں کو ان کی یاد بہتر زندگی اور اعلیٰ اخلاق و کردار کا سبق دیتی رہے گی۔

ان کی شخصیت اس دور کی ایک عظیم اور باکمال شخصیت تھی۔ خدا تعالیٰ نے ان کو مخصوص ممتاز صلاحیتوں سے نوازا تھا وہ انتہادرجہ سادگی پسند، قناعت گزین اور توکل شعار انسان تھے۔ ان کی طبیعت حد درجہ بے لوث و بے غرض واقع ہوئی تھی۔ اپنے رہن سہن، وضع قطع، بول چال، میل جول اور ہر ادا میں وہ سادگی کا پیکر اور "مردِ مومن و مجاہد" کی زندہ تصویر تھے۔ شاہ جی بجاطور پر اس صدی کے ان علماء حق میں شمار کئے جائیں گے جنھوں نے اپنے فکر و عمل کی تمام صلاحیتیں انسانی سماج کی بے لوث و بے خوف خدمت کے لئے وقف کیں اور ان کی پوری زندگی جہاد و عمل کا ایک نمونہ بنی۔

شاہ جی کو دین و ملت سے وہ شغف تھا جو مردِ مومن کا شعار ہے۔ خدا تعالیٰ نے ان کو خطبات و بیان کی بے مثال صلاحیت عطا کی تھی اور ساتھ ہی دل بھی وہ عطا فرمایا تھا جو سعی و عمل کے جذبات اور حق پسندی و حق گوئی کی سدا بہار امنگوں سے معمور تھا۔ ان کی یہ مخصوص صلاحیتیں سرتاسر خداداد صلاحیتیں تھیں۔ جن میں کسب و تمنا کو کوئی دخل نہ تھا۔ زہے سعادت! کہ شاہ جی نے اپنی یہ تمام صلاحیتیں خدمتِ دین و ملت اور خیر خواہی وطن کی راہ میں صرف کیں اور یہی ان کی شخصیت و کردار کا نشانِ امتیاز ہے۔

ملک کی زندگی میں شاہ جی ایک سحر آفرین خطیب اور بے مثال مقرر کی حیثیت سے نمودار ہوئے اور بہت ہی جلد عوام و خواص کے دلوں پر چھا گئے۔ دنیا کی کسی بھی زبان میں اس شان کے خطیب، بہت کم ہو سکتے ہیں۔ کوئی دینی اور مذہبی عنوان ہو یا کوئی سیاسی اور سماجی موضوع، وہ جس سلاست، روانی، برجستگی اور بے تکلفی کے ساتھ گھنٹوں تقریر کرتے اور اپنے مافی الضمیر کو سامعین کے رگ و پے میں سمو دیتے تھے اس کو دیکھ کر یقین ہوتا تھا کہ وہ ایک پیدائشی اور خداساز مقرر اور خطیب ہیں۔

سیرت پاک اور اسوۂ رسول کریم ﷺ ان کا خاص موضوع اور ذہنی شغف تھا اور نہ صرف وعظ و تبلیغ کی حد تک۔ بلکہ شاہ جی ان خوش نصیبوں میں تھے جن کو خدا تعالیٰ نے اسوۂ رسول کی سچی لگن اور عمل کی توفیق و سعادت سے بھی نوازا تھا۔

"ختم نبوت" کی راہ میں جب قادیانیت نے رخنے پیدا کرنے چاہے اور ایک گمراہ تحریک نے سر

اٹھایا اس وقت حق پرستوں کی جو شخصیتیں اس کے مقابلہ پر سینہ سپر ہوئیں، شاہ جی ایک قائد کی حیثیت سے ان میں پیش پیش تھے اور آخر تک پیش پیش رہے۔ اس راہ میں انہیں بڑے بڑے خطرات و مصائب کا سامنا ہوا مگر محبت رسول ﷺ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا۔

پہلی جنگِ عظیم کے بعد عالمِ اسلام کا سب سے بڑا اور اہم مسئلہ "خلافت" کا تھا۔ تحریک خلافت کی ہم آہنگی نے مسلمانانِ ہند میں جو بیداری اور جرأت عمل پیدا کی وہ خود ملک کی تحریک آزادی کے لئے ایک بڑی کمک ثابت ہوئی اور اسی وقت سے آزادی کی تحریک نے اپنی ملک گیر اور مضطرب شکل اختیار کی۔ ناممکن تھا کہ شاہ جی جیسا اولوالعزم اور باعمل انسان اس تحریک کی صف قیادت سے پیچھے رہ جاتا۔

مجھے یاد ہے کہ ۱۹۲۰ء میں مولانا حسرت موہانی مرحوم نے دہلی میں ایک اہم سیاسی اجتماع بلایا تھا۔ اس اجتماع میں پہلی بار مجھے حضرت شاہ جی سے ملاقات کی مسرت حاصل ہوئی تھی۔ اس کے بعد مسلسل پچیس سال پھر اس طرح گزرے کہ فکر و عمل کا ایک میدان تھا اور ایک ہی لگن۔ تحریک آزادی شبانہ روز سرگرمیوں کا محور تھی۔ اس طویل رفاقت اور شعور و جذبات کی ہم آہنگی نے دلوں میں خلوص و تعلق کی جو گرہیں لگائیں۔ آج جب کہ شاہ جی دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں، ان کا ذکر بھی دل پر شاق گزرتا ہے۔

نہیں آتی گر ان کی یاد تو برسوں نہیں آتی
مگر جب یاد آتے ہیں تو اکثر یاد آتے ہیں

برصغیر آزاد ہوا اور اس کے بعد برا بھلا جو کچھ ہوا وہ ہوا، مگر افسوس اس کے ساتھ ہی "اخوان الصفا" کی وہ محفلیں بھی اجڑ گئیں جو گھروں اور دیوان خانوں کی جگہ قید خانوں میں آراستہ ہوئی تھیں اور دار و گیر اور جہاد و آزمائش کا وہ عزیز دور بھی یک بار گی ختم ہو گیا جس کی لذتیں کچھ خوش نصیبوں کے حصہ میں آئیں۔

آئے عشاق، گئے، وعدۂ فردا لے کر
اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

برصغیر کی تاریخ میں یہ چوتھائی صدی سیاسی ہیجان و تلاطم کا ایک صبر آزما دور تھا۔ جس میں چالیس کروڑ محکوموں اور غلاموں کی بے سروسامانی اس عظیم الشان اور پر غرور اقتدار سے برسرپیکار رہی جس کی حدود گرفت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔

اس دور کی آزمائش اگرچہ بہت کٹھن اور ہمت شکن تھی لیکن وطن کے قدم کار مردان ہمت کا جو قافلہ ہر خوف و خطر سے بے نیاز یہاں تک کہ خود اپنی عزت و آبرو اور جان و مال سے بے فکر ہو کر اس عہد کے ساتھ اپنے گھروں سے نکلا تھا کہ

یا تن رسید بجانان یا جان ز تن بر آید

اس کا عزم و ثبات بھی ناقابل تسخیر تھا۔ اور بالآخر وہی کامیاب ہوا مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری اس قافلہ کے ایک سالار اور اسی مردانِ ہمت کی صفِ اول میں تھے۔

آزادیٔ وطن کی خاطر انہوں نے جس تن دہی کے ساتھ کام کیا ملک کے ایک گوشہ سے دوسرے گوشہ